QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 **Issue No:** 01 (2026)

تخلیقی علمیاتی وساطت: جدید سائنسی و فکری بحرانوں کے تناظر میں وحی، عقل اور تجربے پر مبنی ایک جامع اسلامی اطلاقی ماڈل

Creative Epistemic Mediation: An Integrated Islamic Applied Model of Revelation, Reason, and Empirical Science for Addressing Contemporary Intellectual and Scientific Crises

عائشہ طالب : گورنمنٹ گریجویٹ کالج فار ویمن، چنگی نمبر 6، بوسن روڈ، ملتان، پاکستان۔

حسن الرحمٰن تقوی : لیکچرر اسلامیات، گورنمنٹ کالج فار بوائز، مخدوم رشید، ملتان، پاکستان۔

Email: ttaqvi@gmail.com

Abstract

While contemporary scientific and technological advancements have facilitated unprecedented material convenience, the underlying modern epistemology—characterized by metaphysical rupture and 'value-neutrality' has simultaneously precipitated a profound intellectual and ethical impasse. In burgeoning domains such as Artificial Intelligence (AI), genetic engineering, and pervasive digital surveillance, the detachment of science from axiological foundations has posed existential threats to human dignity and natural equilibrium. Within the Muslim world, this crisis manifests as 'epistemic incoherence,' where institutional and scientific structures operate within Western epistemological paradigms while ethical and ontological references remain fundamentally Islamic.

This paper proposes a rigorous conceptual framework titled "Creative Epistemic Mediation" to resolve this fragmentation. This model constructs a hierarchical synthesis integrating Revelation, human reason, and modern empirical sciences into a unified epistemological structure: defining Revelation (Wahy) as the sovereign moral criterion, Human Understanding (Fahm) as an active and creative mediation, and Modern Science as contextualizing evidence (Qar'ain) rather than a rival source of authority. Methodologically, the research establishes an operational methodology for processing contemporary scientific dilemmas through empirical cognition, moral filtration, and creative synthesis. To validate the model's efficacy, two case studies—AI Privacy and CRISPR Genetic Engineering are analyzed, illustrating that Islamic ethical principles can safeguard human dignity without impeding technological innovation. Ultimately, the paper presents Islam not merely as a dialogue partner for modern science but as a global civilizational alternative capable of providing coherent, ethical, and practical solutions to the contemporary crises of modernity.

Keywords: *Creative Epistemic Mediation, Epistemic Incoherence, Metaphysical Rupture, Revelation-Reason Synthesis, Applied Islamic Ethics, AI Governance, Bioethics and CRISPR, Human Dignity, Civilizational Epistemology, Science-Religion Interface.*

تعارف(Introduction)

اکیسویں صدی کا سائنسی منظرنامہ مصنوعی ذہانت اور حیاتیاتی ٹیکنالوجی کے ذریعے انسانی زندگی کی کایاپلٹ تو رہا ہے، مگر اس مادی عروج کے پسِ پردہ ایک عمیق علمیاتی بحران پوشیدہ ہے۔ جدید سائنس کا 'قدر سے عاری (Value-neutral) ' ہونے کا دعویٰ در حقیقت ایک ایسے علمیاتی ڈھانچے پر استوار ہے جس نے مابعد الطبیعیاتی معانی اور اخلاقی غایات کو علم کی ساخت ہی سے خارج کر دیا ہے۔ اس صورتحال میں مسئلہ محض ٹیکنالوجی کا مادی استعمال نہیں، بلکہ وہ 'تکنیکی عقل (Instrumental Reason) ' ہے جو کسی ماورائی اخلاقی لنگر (Transcendent Anchor) کے بغیر انسانی وجود کو محض ایک 'قابلِ ترمیم مادی شے' یا 'ڈیٹا پوائنٹ' میں تبدیل کر رہی ہے۔[1]

جدید علم کی اس نام نہاد 'غیر جانبداری' پر تنقید کرتے ہوئے ہابرماس (Habermas) جیسے مفکرین نے یہ واضح کیا ہے کہ یہ تصور محض ایک خام خیالی ہے، کیونکہ جب بلند تر اقدار کو علم سے خارج کیا جاتا ہے تو تکنیکی عقل[2] (Instrumental Reason) خود ایک حاکم قدر کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر کے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اہم علمی مباحث، بالخصوص 'مصنوعی ذہانت کی اخلاقیات (AI Ethics) ' اور 'حیاتیاتی اخلاقیات (Bioethics) '، میں انسانی وقار کو ایک مطلق قدر کے بجائے ایک مشروط اور قانونی تصور تک محدود کر دیا گیا ہے۔ یہ بحران اس وقت مزید سنگین ہو جاتا ہے جب ہم مسلم دنیا کے مخصوص علمیاتی تناظر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ موجودہ اسلامی فکری فریم ورک میں بنیادی تحقیقی مسئلہ یہ ہے کہ کلاسیکی 'اصولِ فقہ' کا مروجہ ڈھانچہ، جو بنیادی طور پر انفرادی 'افعالِ مکلفین' کے تجزیے کے لیے وضع کیا گیا تھا، ان مابعد جدید ٹیکنالوجیز پر براہِ راست منطبق ہونے میں دشواری محسوس کر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید سائنسی مسائل محض خارجی افعال نہیں بلکہ ایک ایسی 'نظامیاتی علمیات (Systemic Epistemology) ' کا نتیجہ ہیں جو علم کی تشکیل کے مرحلے پر ہی وحی کو خارج کر دیتی ہے۔ روایتی فقہی منہج، جو ٹیکنالوجی کو صرف ایک 'آلہ' سمجھ کر اس کے استعمال پر حکم لگاتا ہے، اس کی داخلی اخلاقی پیچیدگیوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ ایک ایسے وساطتی ماڈل کی ضرورت ہے جو اصولِ فقہ کو محض 'ردِ عملی فتاویٰ' کی سطح سے نکال کر 'علمیاتی پالیسی سازی' کے فعال قالب میں ڈھال سکے۔

اس تناظر میں اصل تحقیقی مسئلہ سائنس اور دین کا تصادم نہیں، بلکہ 'علم کی ترتیب (Hierarchy of Knowledge) ' کا بگڑ جانا ہے۔ جب وحی کو محض ذاتی عقیدے کا معاملہ بنا دیا جائے اور سائنس کو مطلق اتھارٹی، تو اخلاقی بحران ناگزیر ہو جاتا ہے۔ موجودہ علمی دنیا میں ایک ایسے مربوط اور اطلاقی (Applied) اسلامی علمیاتی ماڈل کا فقدان ہے جو وحی کو بطورِ مطلق اخلاقی معیار، انسانی عقل کو بطورِ تخلیقی وساطت اور جدید سائنسی ڈیٹا کو بطورِ معاون قرینہ (Supporting Context) ایک ہی نظام میں پرو سکے۔ یہی وہ بنیادی 'تحقیقی خلا (Research Gap) ' ہے جسے پُر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر "تخلیقی علمیاتی وساطت (Creative Epistemic Mediation) " کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ یہ تصور نہ صرف مسلم دنیا کے داخلی علمی انتشار کا جواب فراہم کرتا ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی جدیدیت کے پیدا کردہ اخلاقی بحرانوں کے لیے ایک پائیدار تہذیبی متبادل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس مطالعہ کا مرکزی مقصد ایک ایسا تین سطحی علمیاتی فریم ورک وضع کرنا ہے جو اسلامی اخلاقیات (Maqasid al-Shariah) کو محض نظری گفتگو سے نکال کر جدید ٹیکنالوجی کے لیے ایک 'اطلاقی فلٹر' میں تبدیل کر دے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے یہ تحقیق درج ذیل بنیادی سوالات کے جواب تلاش کرتی ہے: اول، جدید سائنسی پیراڈائم میں 'قدر سے عاری علم' کا دعویٰ کس طرح اخلاقی وجود کے لیے خطرہ بن رہا ہے؟ دوم، اسلامی علمی روایت کے اندر وحی اور انسانی فہم کے مابین وساطتی تعلق کی علمیاتی نوعیت کیا ہے؟ اور سوم، یہ مجوزہ ماڈل مصنوعی ذہانت اور جنیاتی انجینئرنگ جیسے پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے کیا عملی پالیسی فریم ورک فراہم کرتا ہے؟ یہ تحقیق علمی سطح پر اسلامی علمیات میں ایک نئے تہذیبی بیانیے کا اضافہ کرتی ہے، جبکہ عملی سطح پر یہ پالیسی سازوں کو ایک ایسا راستہ دکھاتی ہے جہاں تکنیکی ترقی اور انسانی وقار کا تحفظ بیک وقت ممکن ہو سکے۔

سابقہ لٹریچر کا تنقیدی جائزہ (Critical Literature Review)

جدید فلسفۂ سائنس میں علم اور قدر (Value) کے مابین تفریق کا بیانیہ میکس ویبر کے 'سحر شکنی (Disenchantment) ' سے شروع ہوتا ہے،[3] جس نے کائنات کو ایک میکانکی نظام میں تبدیل کر دیا۔ تاہم، یہاں پہلا علمی تضاد ہابرماس کی 'تکنیکی عقل (Instrumental Reason) ' اور فلوریڈی (Floridi) جیسے معاصر ماہرینِ اخلاقیات کے درمیان نظر آتا ہے۔[4] ہابرماس مروجہ سائنسی منہج کو ایک 'حاکم قدر' کے طور پر دیکھ کر اس کی نقد کرتے ہیں، جبکہ فلوریڈی جیسے ماہرین مصنوعی ذہانت (AI) کے اخلاقی فریم ورکس کو محض 'قانونی تعمیل' اور 'شفافیت' تک محدود کر دیتے ہیں۔ مغربی فکر کا یہ تضاد واضح کرتا ہے کہ وہ اخلاقیات کو علم کی ساخت کا حصہ بنانے کے بجائے اسے محض ایک 'خارجی نگران (Regulator) ' کے طور پر دیکھتے ہیں، جس کے پاس کوئی 'ماورائی اخلاقی لنگر' موجود نہیں ہے۔

اسلامی علمی روایت میں اس بحران کا حل تلاش کرتے ہوئے ایک دوسرا تضاد اسماعیل راجی الفاروقی اور طہ عبد الرحمن کے مناہج میں ابھرتا ہے۔ الفاروقی کا 'اسلامی کاریِ علم (Islamization of Knowledge) ' کا منصوبہ بنیادی طور پر مغربی سماجی علوم کے ڈھانچے کو اسلامی رنگ دینے کی ایک 'انتظامی کوشش' تھی، جس میں ٹیکنالوجی کے علمیاتی چیلنجز پر توجہ کم رہی۔[5] اس کے برعکس، طہ عبد الرحمن نے 'روحِ جدیدیت' کے ذریعے ایک 'لسانی اور فلسفیانہ وساطت' تو پیش کی، مگر ان کا کام مابعد جدید ٹیکنالوجیز (مثلاً AI اور CRISPR) کے اطلاقی اور پالیسی ساز پہلوؤں سے خالی ہے۔ یہاں ایک واضح 'تحقیقی خلا' موجود ہے: الفاروقی کا ماڈل حد سے زیادہ 'ادارہ جاتی' ہے اور طہ عبد الرحمن کا منہج حد سے زیادہ 'تجریدی اور لسانی' ہے۔[6]

معاصر مسلم اسکالرز (مثلاً شمسی پاشا) نے اگرچہ بایو ایتھکس پر کام کیا ہے، مگر ان کا رویہ 'ردِ عملی (Reactive)' ہے، جہاں اسلامی اصولوں کو ٹیکنالوجی کی تیاری کے بعد صرف 'حکم' لگانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ۔ موجودہ لٹریچر کا یہ اہم خلا ثابت کرتا ہے کہ وحی، عقل اور تجربے کو 'علم کی تشکیل (Knowledge Construction)' کے ابتدائی مرحلے میں یکجا کرنے والا کوئی 'اطلاقی ماڈل' موجود نہیں ہے۔[7]

چنانچہ، مغربی فکر کی 'ماورائی بنیادوں سے محرومی' اور اسلامی فکر کی 'ردِ عملی طبع' کے درمیان موجود اس تضاد سے یہ مقالہ اپنا رستہ نکالتا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق "تخلیقی علمیاتی وساطت (CEM) " کے ذریعے ایک ایسی 'تیسری راہ' پیش کرتی ہے جو الفاروقی کے 'نظامیاتی ادراک' اور طہٰ عبد الرحمن کے 'وساطتی فلسفے' کو یکجا کر کے اسے براہِ راست جدید سائنسی پالیسی سازی پر منطبق کرتی ہے۔ یہ ماڈل عقل کو محض نصوص کی ترجمان یا سائنس کی مغلوب قوت کے بجائے ایک 'تخلیقی پل' کے طور پر متعارف کراتا ہے ۔[8]

تحقیقی خلا اور نظریاتی فریم ورک (Research Gap & Theoretical Framework)

جدید مغربی اور معاصر اسلامی اخلاقی ڈسکورس کے تنقیدی تقابل سے یہ بنیادی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ علمی دنیا میں ایک ایسے مربوط اور اطلاقی (Applied) علمیاتی ماڈل کی شدید کمی ہے جو اخلاقیات کو 'علم کی تشکیل (Knowledge Construction)' کے داخلی مرحلے میں شامل کر سکے۔ مغربی اخلاقی فریم ورکس، بالخصوص مصنوعی ذہانت اور حیاتیاتی اخلاقیات (Bioethics) کے میدان میں، اخلاقیات کو زیادہ تر 'بعد از وقت (Post-facto)' نفاذ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ یہاں اخلاقیات ایک رہنما قوت (Guiding Force) کے بجائے محض ایک حفاظتی دیوار (Regulatory Shield) کا کردار ادا کرتی ہیں، جس کا مقصد ٹیکنالوجی کی تیاری کے بعد اس کے منفی اثرات کو قانوناً قابو کرنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی اخلاقیات پر موجود موجودہ لٹریچر اگرچہ وحی پر مبنی ٹھوس اصول فراہم کرتا ہے، مگر یہ زیادہ تر 'جزوی (Issue-specific)' اور 'فتوائی' سطح تک محدود رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی اخلاقیات جدید سائنسی علمیات (Epistemology) کے ساتھ ایک فعال شراکت دار کے بجائے محض ایک 'خارجی نگران' کے طور پر سامنے آتی ہیں، جو سائنسی ارتقاء کے عمل سے کٹی ہوئی ہوتی ہیں۔

اس تحقیقی خلا کا سب سے تشویشناک پہلو اسلامی علمی روایت میں 'عقل کے وساطتی کردار' کا عصری علمیاتی زبان میں عدم انجذاب ہے۔ موجودہ لٹریچر میں عقل یا تو جدید مغربی علمیات کے سامنے غیر فعال ہو کر مغلوبیت کا شکار نظر آتی ہے یا پھر محض نصوص کی لفظی تعبیر تک محدود ہو کر اپنی خلاقی صلاحیت کھو دیتی ہے۔ اس طرح عقل وہ تہذیبی اور تخلیقی کردار ادا کرنے سے قاصر رہتی ہے جو اس کی اصل پہچان رہی ہے۔ یہ صورتحال ایک ایسے فریم ورک کا تقاضا کرتی ہے جو وحی کو بطورِ مطلق اخلاقی معیار برقرار رکھتے ہوئے انسانی عقل کو ایک متحرک وساطت کے طور پر منظم کرے اور جدید سائنسی ڈیٹا کو حریف کے بجائے ایک 'معاون قرینہ (Supporting Context)' کے طور پر قبول کرے۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں "تخلیقی علمیاتی وساطت (Creative Epistemic Mediation) " کا نظریہ ایک جامع فکری متبادل کے طور پر سامنے آتا ہے۔

تخلیقی علمیاتی وساطت محض ایک اصطلاح نہیں بلکہ ایک ایسا علمیاتی عمل ہے جس میں عقلِ انسانی وحی کے ابدی حقائق اور تجرباتی علم کے مادی مظاہر کے درمیان ایک ذمہ دارانہ پل کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ یہ وساطت "تخلیقی" اس معنی میں ہے کہ یہ ماضی کے بنے بنائے جوابات کی میکانکی تکرار کے بجائے بدلتے ہوئے زمان و مکانی تناظر میں نئے، مگر اصولی، حل تخلیق کرتی ہے۔ اس تصور میں عقل نہ تو وحی کی حاکمیت کو چیلنج کرتی ہے اور نہ ہی سائنسی ڈیٹا کے سامنے سپر انداز ہوتی ہے، بلکہ دونوں کو ایک بامقصد اخلاقی ترتیب (Hierarchy) میں جوڑتی ہے۔ اس نظریاتی فریم ورک کا ڈھانچہ ایک سہ سطحی علمیاتی ترتیب پر استوار ہے: پہلی سطح پر' وحی 'بطورِ مطلق معیار (Revelation as Absolute Norm) موجود ہے جو انسانی وقار اور غایاتِ انسانی کی حدود متعین کرتی ہے۔ دوسری سطح پر 'انسانی فہم' بطورِ وساطت (Reason as Mediating Fahm) عمل پیرا ہے، جو وحی کے اصولوں کی عصری تعبیر اور ان کا جدید مسائل پر اطلاق ممکن بناتی ہے۔ تیسری سطح پر 'جدید سائنس' بطورِ معاون قرینہ (Empirical Science as Supporting Context) شامل ہے، جو مسئلے کی مادی حقیقت اور تکنیکی حدود کو واضح کر کے فیصلہ سازی میں معاونت فراہم کرتی ہے۔[9]

اس نظریاتی فریم ورک کی اصل قوت اس کی وہ انفرادیت ہے جو علم اور اخلاق کے درمیان مصنوعی ثنویت (False Dichotomy) کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ یہ ماڈل عقل کو وہ تہذیبی خلاقی عطا کرتا ہے جس کے ذریعے اسلامی اخلاقیات (Maqasid al-Shariah) محض نظری بحث کے بجائے ایک اطلاقی فریم ورک (Applied Model) میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یوں تخلیقی علمیاتی وساطت محض ایک نظریاتی بحث نہیں رہتی بلکہ ایک ایسی عملی قوت بن جاتی ہے جو جدید سائنسی و فکری بحرانوں کا

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 **Issue No:** 01 (2026)

مقابلہ کرنے کے لیے ایک مضبوط مابعد الطبیعیاتی لنگر فراہم کرتی ہے۔ یہ ماڈل ثابت کرتا ہے کہ سائنسی ڈیٹا جب 'وحی' کے اخلاقی فلٹر اور 'عقل' کی تخلیقی وساطت سے گزرتا ہے، تو وہ نہ صرف انسانیت کے لیے محفوظ بن جاتا ہے بلکہ ایک اعلیٰ تہذیبی مقصدیت کا حامل بھی ہو جاتا ہے۔

اگرچہ اسماعیل راجی الفاروقی اور طہ عبد الرحمن جیسے مفکرین نے اسلامی علمیات کی بازیافت اور جدیدیت کے تنقیدی مطالعے کا ایک وسیع کینوس فراہم کیا ہے، مگر موجودہ لٹریچر میں ایک واضح خلا 'ٹیکنالوجیکل اطلاق (Technological Application)' کی سطح پر پایا جاتا ہے۔ فاروقی کا منہج زیادہ تر سماجی علوم (Social Sciences) کی حد تک تھا، جبکہ طہ عبد الرحمن کی توجہ لسانی اور منطقی وساطت پر مرکوز رہی۔ موجودہ دور کی 'تکنیکی عقل (Instrumental Reason)' جس طرح انسانی وجود کی حیاتیاتی اور ڈیجیٹل کایاپلٹ کر رہی ہے، اس کے لیے ایک ایسے 'متحرک اخلاقی ماڈل' کی ضرورت ہے جو محض نظری بحث تک محدود نہ رہے بلکہ لیبارٹری اور ڈیٹا سینٹرز کے لیے اخلاقی فلٹر فراہم کر سکے۔ زیر نظر مقالے کا 'تخلیقی علمیاتی وساطت (CEM)' ماڈل اسی نظری بحث کو عملی پالیسی سازی کے قالب میں ڈھال کر سابقہ لٹریچر کے اس خلا کو پُر کرنے کی ایک کوشش ہے۔

تصوری خاکہ اور عملیاتی طریقہ کار(Conceptual Framework & Operational Methodology)

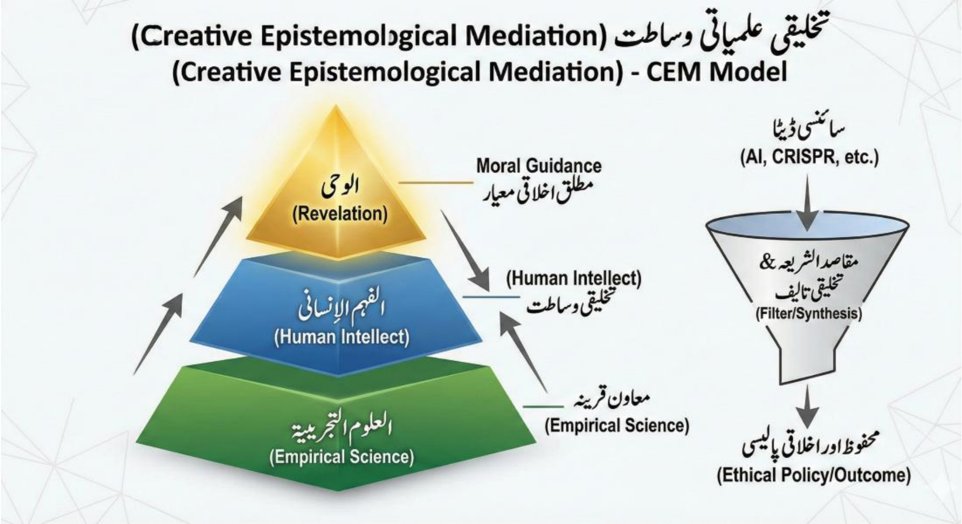

شکل 1 : تخلیقی علمیاتی وساطت(CEM) کا سہ سطحی نظریاتی فریم ورک اور چار مرحلوں پر مبنی اطلاقی طریقہ کار۔

زیر نظر تحقیق کا تصوری خاکہ "تخلیقی علمیاتی وساطت (Creative Epistemic Mediation)" کے سہ سطحی ماڈل پر استوار ہے، جو وحی، انسانی عقل اور جدید سائنسی علم کو ایک نامیاتی وحدت میں پیوست کرنے کی علمیاتی کوشش ہے۔ اس فریم ورک کی پہلی سطح 'وحی' کو بطورِ مطلق معیار (Absolute Norm) تسلیم کرتی ہے، جو نہ صرف علم کا بلند ترین ماخذ ہے بلکہ سائنسی و عقلی سرگرمیوں کے لیے ایک ابدی اخلاقی لنگر (Ethical Anchor) کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔ یہاں وحی محض ایک مذہبی عقیدہ نہیں بلکہ وہ حاکم معیار ہے جس سے انسانی وقار، فطری توازن اور مقاصدِ شریعہ کی اساسی جہات متعین ہوتی ہیں۔ جب ہم جدید سائنس کی قدر سے عاری (Value-neutral) فطرت کی بات کرتے ہیں، تو وحی کی یہ سطح اسے ایک ایسی اخلاقی سمت عطا کرتی ہے جو مادی افادیت پسندی کے غلبے کو روکنے کے لیے ضروری ہے۔

اس ماڈل کی دوسری اور متحرک ترین سطح 'انسانی فہم' بطورِ وساطت (Reason as Mediating Fahm) ہے۔ یہ سطح علمیاتی وساطت کا وہ مرکز ہے جہاں عقلِ انسانی وحی کے ابدی اصولوں کی فہم، تعبیر اور ان کا جدید مسائل پر تخلیقی اطلاق ممکن بناتی ہے۔ یہاں عقل کا کردار محض نصوص کی لفظی تکرار نہیں، بلکہ ایک ایسی فعال وساطت ہے جو بدلتے ہوئے زمان و مکانی تناظر میں نئے تہذیبی حل پیدا کرتی ہے۔ اصولِ فقہ کی روایت میں موجود قیاس، استحسان اور مصلحت جیسے تصورات اسی وساطتی عقل کے عملی مظاہر ہیں جنہیں یہاں ایک جدید علمیاتی پیراڈائم میں منظم کیا گیا ہے۔ تیسری سطح پر 'جدید سائنس' کو بطورِ معاون قرینہ (Supporting Context) شامل کیا گیا ہے۔ اس ترتیب میں سائنسی ڈیٹا یا تجرباتی حقائق وحی کے مدمقابل حریف نہیں بلکہ ایک ایسا مادی سیاق فراہم کرتے ہیں جس کے ذریعے مسئلے کی مادی نوعیت اور تکنیکی حدود واضح ہوتی ہیں۔ یوں سائنسی ڈیٹا بذاتِ خود فیصلہ ساز ہونے کے بجائے اخلاقی اور عقلانی فلٹرز کے تابع ہو کر پالیسی سازی کا حصہ بنتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اس تصوری خاکے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یہ تحقیق ایک چار مرحلوں پر مبنی اطلاقی طریقہ کار (Operational Methodology) وضع کرتی ہے۔ پہلے مرحلے میں 'تجرباتی فہم (Empirical Understanding)' کے ذریعے مسئلے کی تکنیکی اور مادی حقیقت کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جاتا ہے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ زیرِ بحث ٹیکنالوجی) مثلاً AI یا CRISPR (کی عملی حدود کیا ہیں۔ دوسرا مرحلہ 'اخلاقی تطہیر (Normative Filtering)' کا ہے، جہاں وحی کے ابدی اصولوں اور مقاصدِ شریعہ کی روشنی میں اس ایجاد کی اخلاقی جانچ کی جاتی ہے۔ یہاں بنیادی سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا یہ عمل انسانی وقار اور فطری توازن کے بنیادی تصور سے ہم آہنگ ہے یا نہیں۔ تیسرا اور اہم ترین مرحلہ 'تخلیقی امتزاج (Synthetic Synthesis)' کا ہے، جہاں انسانی فہم اپنی خلاقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ٹیکنالوجی کے فائدے اور وحی کی اخلاقی حد کے درمیان ایک وسطی راستہ تلاش کرتا ہے(Jonsen & Toulmin, 1988) ۔ آخری مرحلے پر اس تمام فکری عمل کو ایک 'اطلاقی نتیجے (Applied Outcome)' میں ڈھالا جاتا ہے جو ٹھوس پالیسی سفارشات یا اخلاقی رہنما اصولوں کی شکل میں سامنے آتا ہے۔[10]

اس طریقہ کار کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ نظری اور عملی تضادات کی صورت میں واضح 'ترجیحی بنیادیں' فراہم کرتا ہے، جو ایک سینئر محقق کے نزدیک کسی بھی اطلاقی ماڈل کی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ اول، ٹیکنالوجی کی افادیت پر 'انسانی کرامت (Human Dignity)' کو مطلق فوقیت حاصل ہوگی۔ دوم، جنیاتی مداخلت میں 'علاج (Therapy)' کو ترجیح دی جائے گی جبکہ انسانی ساخت میں تبدیلی (Enhancement) کو روکا جائے گا تاکہ فطری توازن برقرار رہے۔ سوم، سائنسی ایجاد کا اطلاق محض تجارتی مفاد کے بجائے ہمیشہ 'مصلحتِ عامہ (Public Interest)' کے تابع ہوگا۔ یہ منظم منہج علم اور اخلاق کو ایک مربوط نظام (Integrated System) میں جوڑ کر اسلامی علمیات کو محض ایک دفاعی پوزیشن سے نکال کر ایک فعال اور پالیسی سازی کی صلاحیت رکھنے والے عالمی بیانیے میں تبدیل کر دیتا ہے۔

کیس اسٹڈی 1 : مصنوعی ذہانت اور رازداری کا علمیاتی تجزیہ

مصنوعی ذہانت (AI) کی معاصر ترقی نے جہاں انسانی زندگی میں مادی سہولیات کے نئے افق روشن کیے ہیں، وہیں رازداری (Privacy) اور انسانی وقار کے حوالے سے ایسے سنجیدہ اخلاقی و وجودی سوالات بھی پیدا کر دیے ہیں جن کا جواب دینے میں مروجہ مغربی علمیات قاصر نظر آتی ہے۔ دورِ حاضر میں 'فیشل ریکگنیشن'، 'پریڈیکٹو اینالیٹکس' اور 'بیہیویورل ڈیٹا مائننگ' جیسی تکنیکوں کے ذریعے انسانی زندگی کی مانیٹرنگ جس تیزی سے بڑھی ہے، اس نے ایک ایسے غیر محدود نگرانی کے نظام (Surveillance State) کا خدشہ پیدا کر دیا ہے جہاں انسان ایک 'اخلاقی فاعل' کے بجائے محض ایک 'ڈیٹا پوائنٹ' بن کر رہ گیا ہے۔ مغربی AI Ethics کے فریم ورکس اگرچہ خود مختاری (Autonomy) اور شفافیت جیسے اصولوں کی بات کرتے ہیں، مگر ان کی بنیاد کسی مطلق اخلاقی لنگر کے بجائے لبرل سماجی معاہدوں پر ہے، جو تکنیکی افادیت اور کارپوریٹ مفادات کے دباؤ میں لچک دکھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اسلامی علمیاتی تناظر میں 'حفظِ حریم (Privacy)' محض ایک قانونی حق نہیں بلکہ انسانی کرامت اور فطرتِ سلیمہ کے تحفظ کا ایک لازمی تقاضا ہے۔ شریعت کی بنیادوں میں انسانی وقار کو ایک ایسی مطلق قدر کی حیثیت حاصل ہے جسے کسی بھی تکنیکی مصلحت کے لیے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ "تخلیقی علمیاتی وساطت (CEM) " کے ماڈل کا اطلاق کرتے ہوئے جب ہم AI کے مسئلے کا جائزہ لیتے ہیں، تو پہلا مرحلہ 'تجرباتی فہم (Empirical Understanding)' کا ہے، جس میں الگورتھمز کی ساخت اور ڈیٹا پروسیسنگ کے مادی حقائق کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس مرحلے پر یہ واضح ہوتا ہے کہ ڈیٹا بذاتِ خود شر نہیں، بلکہ اس کا بے مہابا حصول اور اس کے ذریعے انسانی رویوں کی پیشن گوئی وہ مقام ہے جہاں سے اخلاقی بحران جنم لیتا ہے۔ دوسرے مرحلے، یعنی 'اخلاقی تطہیر (Normative Filtering)' میں وحی کے ابدی اصولوں کی روشنی میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ آیا یہ نگرانی انسانی شرف اور انفرادی آزادی کے اسلامی تصور سے متصادم تو نہیں؟۔

اس ماڈل کا سب سے اہم پہلو تیسرا مرحلہ ہے، جسے ہم 'تخلیقی تالیف (Synthetic Synthesis)' کہتے ہیں۔ یہاں عقلِ انسانی اپنی وساطتی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے ٹیکنالوجی کے فائدے اور اخلاقی حد کے درمیان ایک تالیفی رستہ نکالتی ہے۔ مثال کے طور پر، بجائے اس کے کہ ہم AI کو کلیتاً مسترد کریں یا اسے بے لگام چھوڑ دیں، یہ ماڈل 'Privacy-by-design' جیسے تخلیقی حل پیش کرتا ہے جہاں ڈیٹا کی 'Anonymization' کو یقینی بنایا جاتا ہے تاکہ تکنیکی تجزیہ تو ہو سکے مگر فرد کی شناخت محفوظ رہے۔ آخری مرحلے یعنی 'اطلاقی نتیجے (Applied Outcome)' پر یہ فکری عمل ایسی پالیسی سفارشات کی صورت اختیار کرتا ہے جہاں AI کے نگرانی کے نظام کو صرف ناگزیر فلاحی اور حفاظتی مقاصد تک محدود رکھنے کی تجویز دی جاتی ہے اور 'شرعی گورننس' کے تحت الگورتھمک جوابدہی (Accountability) کا نظام وضع کیا جاتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اس کیس اسٹڈی کا تنقیدی تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی اصولوں کا اطلاق AI کے اخلاقی مباحث میں وہ 'ماورائی اخلاقی لنگر' فراہم کرتا ہے جس کی کمی مغربی فلسفے میں شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ یہاں عقل کا وساطتی کردار (Mediating Fahm) محض نصوص کو دہرانے تک محدود نہیں، بلکہ وہ سائنسی قرائن (Data Context) کو اخلاقی فلٹر سے گزار کر ایک ایسا متوازن نظام تشکیل دیتا ہے جو رازداری کو تحفظ دیتے ہوئے تکنیکی افادیت کو بھی برقرار رکھتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا بجا ہے کہ تخلیقی علمیاتی وساطت کا ماڈل مصنوعی ذہانت جیسے پیچیدہ میدان میں ایک ایسی علمیاتی راہ فراہم کرتا ہے جو سائنسی ارتقاء کو انسانیت کے اخلاقی زوال کا ذریعہ بننے سے روکتی ہے۔

کیس اسٹڈی 2: جنیاتی انجینئرنگ اور انسانی فطرت کا تحفظ

جنیاتی انجینئرنگ، بالخصوص کرسپر (CRISPR-Cas9) ٹیکنالوجی کے ظہور نے حیاتیاتی علوم میں جہاں انقلاب برپا کیا ہے، وہیں اس نے 'انسان ہونے' کے بنیادی تصور کو ایک مابعد الطبیعیاتی بحران سے دوچار کر دیا ہے۔ جدید مغربی بایو ایتھکس (Bioethics) اس ٹیکنالوجی کو زیادہ تر 'افادیت پسندی (Utilitarianism)' اور 'فرد کی خود مختاری' کے تناظر میں دیکھتی ہے، جہاں انسانی جسم کو ایک ایسے 'قابلِ ترمیم حیاتیاتی نظام (Modifiable biological system)' کے طور پر قبول کیا جاتا ہے جس میں مداخلت کی واحد حد انسانی خواہش یا تکنیکی امکان ہے۔ اس مادی پیراڈائم میں انسانی وقار ایک مطلق قدر کے بجائے مشروط تصور بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں علاج (Therapy) اور انسانی ساخت میں بہتری (Enhancement) کے درمیان اخلاقی لکیر دھندلا جاتی ہے (Beauchamp & Childress, 2013)۔ فوکویاما جیسے مفکرین نے اس 'مابعد انسانی مستقبل (Post-human future)' پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ جنیاتی ترامیم انسانی فطرت کے جوہر کو تبدیل کر کے فطری عدم مساوات اور سماجی انتشار کا باعث بن سکتی ہیں۔[11]

"تخلیقی علمیاتی وساطت (CEM)" کا ماڈل اس بحران کے حل کے لیے ایک واضح اخلاقی حدِ فاصل (Ethical Boundary) فراہم کرتا ہے جو 'انسانی کرامت' اور 'فطرت (Fitrah)' کے تحفظ پر مبنی ہے۔ اس ماڈل کے پہلے مرحلے یعنی 'تجرباتی فہم (Empirical Understanding)' میں جنیاتی مداخلت کے تکنیکی اصولوں اور ان کے ممکنہ حیاتیاتی اثرات کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ سائنسی قرینہ (Supporting Context) واضح کرتا ہے کہ کرسپر ٹیکنالوجی جنیاتی امراض کے خاتمے کے لیے ایک موثر ذریعہ تو ہے، مگر اس کا غیر محدود استعمال انسانی نسل کے مستقل جنیاتی ذخیرے (Germline editing) میں ایسی تبدیلیاں لا سکتا ہے جن کے نتائج غیر یقینی ہیں۔ دوسرے مرحلے، یعنی 'اخلاقی تطہیر (Normative Filtering)' میں وحی کے فراہم کردہ مقاصدِ شریعہ (حفظِ نفس اور حفظِ نسل) کی روشنی میں یہ جانچ کی جاتی ہے کہ کیا یہ مداخلت تخلیقِ خداوندی میں ایسی تبدیلی تو نہیں جو فطری توازن کو بگاڑ دے؟[12]

اس کیس اسٹڈی میں 'تخلیقی تالیف (Synthetic Synthesis)' کا مرحلہ نہایت کلیدی ہے جہاں عقلِ انسانی اپنی وساطتی صلاحیت کے ذریعے 'مصلحت' اور 'وقار' کے درمیان توازن قائم کرتی ہے۔ اس وساطت کے نتیجے میں یہ علمیاتی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ وہ جنیاتی مداخلت جو موروثی بیماریوں کے علاج (Therapy) کے لیے ہو، وہ نہ صرف جائز بلکہ 'حفظِ نفس' کے مقصد کے تحت مطلوب ہے؛ تاہم ایسی مداخلت جو انسانی ذہانت، جسمانی ساخت یا ظاہری حسن میں 'بہتری (Enhancement)' کے لیے ہو، اسے ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ انسان کو ایک 'مصنوعی شے (Artifact)' میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے جو انسانی کرامت کے منافی ہے۔ آخری مرحلے یعنی 'اطلاقی نتیجے (Applied Outcome)' پر یہ ماڈل ایسی ٹھوس پالیسی سفارشات پیش کرتا ہے جن میں 'ایتھیکل ریویو بورڈز' میں مقاصدِ شریعہ کو بطورِ فلٹر شامل کرنے اور جنیاتی تحقیق کے لیے 'شریعت کمپلائنٹ' ضوابط وضع کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

اس تجزیے کا تنقیدی حاصل یہ ہے کہ تخلیقی علمیاتی وساطت کا ماڈل اسلامی اخلاقیات کو جدید حیاتیاتی فیصلوں میں محض ایک خارجی رائے کے بجائے ایک 'داخلی علمیاتی فلٹر' کے طور پر نافذ کرتا ہے۔ عقل کا وساطتی کردار یہاں یہ ہے کہ وہ سائنسی ڈیٹا (CRISPR mechanism) کو وحی کے اخلاقی افق (Human Dignity) سے ہم آہنگ کر کے ایک ایسی پالیسی ترتیب دے جو سائنسی ارتقاء کو 'علاج' تک محدود رکھے اور اسے 'انسانی فطرت کی مسخ سازی' بننے سے روکے۔ یوں یہ ماڈل ثابت کرتا ہے کہ اسلامی علمیات عصری بایو ایتھکس کے مباحث میں وہ غیر مشروط اخلاقی بنیاد فراہم کر سکتی ہے جو ٹیکنالوجی کے ہولناک اثرات سے انسانیت کو تحفظ فراہم کرنے کی ضامن ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

نتائج، تنقیدی تجزیہ اور مغربی فریم ورکس سے تقابل

تحقیق کے اطلاقی حصے میں مصنوعی ذہانت (AI) اور جنیاتی انجینئرنگ (CRISPR) کے کیس اسٹڈیز پر "تخلیقی علمیاتی وساطت (CEM) "کے ماڈل کا نفاذ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اسلامی علمیات عصرِ حاضر کے پیچیدہ سائنسی مسائل کا محض نظری نہیں بلکہ ٹھوس پالیسی ساز حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ نتائج یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جب 'حفظِ حریم' جیسے اسلامی اخلاقی اصولوں کو AI الگورتھمز کے ڈیزائن میں بطورِ 'ماورائی اخلاقی لنگر (Transcendent Moral Anchor) 'شامل کیا جاتا ہے، تو ٹیکنالوجی کی افادیت کو برقرار رکھتے ہوئے انسانی وقار کا تحفظ ممکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کرسپر ٹیکنالوجی کے ضمن میں اس ماڈل نے 'علاج (Therapy) 'اور 'ساخت کی تبدیلی (Enhancement) 'کے درمیان ایک ایسی واضح علمیاتی حدِ فاصل قائم کی ہے جو مقاصدِ شریعہ کے تحت 'حفظِ نسل' اور 'فطری توازن' کی ضامن ہے۔ یہ نتائج اس مفروضے کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسلامی علمیات جدید سائنس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ ایک 'اخلاقی فلٹر' فراہم کرتی ہے جو سائنسی ارتقاء کو انسانیت دشمن بننے سے روکتا ہے۔

مغربی اخلاقی فریم ورکس کے ساتھ اس ماڈل کا تقابلی جائزہ ایک گہری علمی بصیرت (Critical Insight) فراہم کرتا ہے۔ مغربی AI ایتھکس اور بایو ایتھکس، جن کی بنیادیں فلوریڈی (Floridi) اور بوسٹروم (Bostrom) کے افکار پر استوار ہیں، زیادہ تر 'انسانی خود مختاری' اور 'قانونی تعمیل' پر زور دیتے ہیں۔ تاہم، یہ فریم ورکس ایک بنیادی مابعد الطبیعیاتی لنگر سے محروم ہونے کے باعث 'قدرتی غیر جانبداری (Value-neutrality) 'کے جال میں پھنس جاتے ہیں، جہاں اخلاقیات محض ٹیکنالوجی کی تیاری کے بعد اسے ریگولیٹ کرنے تک محدود رہتی ہے۔ اس کے برعکس، تخلیقی علمیاتی وساطت کا ماڈل عقل کو ایک 'فعال وساطت (Active Mediator) 'کے طور پر پیش کرتا ہے جو وحی اور سائنس کے درمیان ایک نامیاتی تعلق پیدا کرتی ہے۔ مغربی ماڈلز میں عقل زیادہ تر 'تکنیکی عقل (Instrumental Reason) 'کے طور پر کام کرتی ہے، جبکہ CEM ماڈل میں یہ وحی کے ابدی اصولوں کو عصری مادی قرائن (Contextual Evidences) سے جوڑ کر ایک ایسی 'تخلیقی تالیف' پیدا کرتی ہے جو عالمی سطح پر قابلِ قبول اور اخلاقی طور پر مربوط ہوتی ہے۔[13]

اس ماڈل کا تنقیدی تجزیہ اس کی علمی قوت اور ممکنہ حدود دونوں کو اجاگر کرتا ہے۔ اس فریم ورک کی سب سے بڑی خوبی وحی، عقل اور تجربے کا وہ امتزاج ہے جو علم اور اخلاق کے درمیان مصنوعی تضاد کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ ماڈل عقل کو وہ خلاقی عطا کرتا ہے جس کے ذریعے اسلامی اخلاقیات محض فتاویٰ سازی کے بجائے 'پالیسی سازی' کا حصہ بنتی ہیں۔ تاہم، ایک محقق کے طور پر یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اس ماڈل کے عملی نفاذ کے لیے عالمی سطح پر پالیسی سازی کے ڈھانچوں میں بڑی تبدیلیاں اور 'مقاصدِ شریعہ' کی عصری تعبیرات پر مزید علمی اتفاقِ رائے (Consensus) درکار ہے۔ سائنسی غیر یقینی صورتحال(Scientific Uncertainty) ،جیسا کہ مسلسل ارتقاء پذیر AI سسٹمز، اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس ماڈل کے 'اخلاقی فلٹرز' کو وقت کے ساتھ ساتھ اپ ڈیٹ رکھا جائے تاکہ وہ نئی تکنیکی جہتوں کا احاطہ کر سکیں۔

عبوری طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تخلیقی علمیاتی وساطت کا ماڈل مغربی سیکولر اخلاقیات کے ان نقصانات کا ازالہ کرتا ہے جو 'ماورائی بنیاد' نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ مقالہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی epistemology جدید مسائل پر اطلاقی سطح پر نافذ ہونے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے اور انسانی وقار و فطری توازن کی حفاظت کے لیے ایک پائیدار تہذیبی متبادل فراہم کرتی ہے۔ یہی وہ فکری بنیاد ہے جس پر مقالے کے آخری حصے میں اثرات، مضمرات اور سفارشات کی عمارت کھڑی کی گئی ہے، جو اسلام کو محض ایک مکالماتی حلیف کے بجائے ایک عالمی اصلاحی قوت کے طور پر پیش کرتی ہے۔

مباحثہ اور فکری تالیف(Discussion & Synthesis)

تحقیق کے دوران مصنوعی ذہانت (AI) اور جنیاتی انجینئرنگ (CRISPR) جیسے مابعد جدید سائنسی مظاہر پر "تخلیقی علمیاتی وساطت (CEM) "کے ماڈل کا اطلاق یہ ثابت کرتا ہے کہ وحی، عقل اور تجرباتی علم کی مربوط ترتیب ہی وہ واحد راستہ ہے جو سائنسی ارتقاء کو اخلاقی انارکی سے بچا سکتا ہے۔ اس مباحثے کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے سائنسی مسائل محض تکنیکی نہیں بلکہ 'علمیاتی (Epistemological) 'نوعیت کے ہیں، جن کا حل مروجہ مغربی سیکولر اخلاقیات میں ممکن نہیں کیونکہ وہ کسی 'ماورائی اخلاقی لنگر (Transcendent Anchor) 'سے محروم ہیں۔ مصنوعی ذہانت کے ضمن میں یہ ماڈل رازداری اور انسانی شرف کو تکنیکی افادیت کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے 'حفظِ حریم' جیسے وحیانی اصولوں کے تابع کرتا ہے، جبکہ جنیاتی انجینئرنگ میں یہ 'علاج' اور 'انسانی ساخت کی تبدیلی' کے مابین ایک ایسی واضح لکیر کھینچتا ہے جو فطرتِ انسانی کو ایک 'مصنوعی شے' بننے سے روکتی ہے۔ یہ بحث واضح کرتی ہے کہ عقل جب ایک فعال وساطت (Active Mediator) کے طور پر کام کرتی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ہے، تو وہ نصوص کے ابدی معانی کو جدید سائنسی قرائن (Data Context) کے ساتھ اس طرح ہم آہنگ کر دیتی ہے کہ سائنسی ڈیٹا فیصلہ ساز (Dictator) بننے کے بجائے معاون (Supporter) کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

علمی و تہذیبی مضمرات (Scholarly & Civilizational Implications)

اس تحقیق کے مضمرات علمی اور عملی دونوں سطحوں پر نہایت دور رس ہیں۔ مسلم دنیا کے داخلی تناظر میں یہ ماڈل اس 'علمیاتی عدم تسلسل' (Epistemic Incoherence) کا خاتمہ کرتا ہے جو صدیوں سے وحی اور عقل کے درمیان ایک مفروضہ تضاد کی صورت میں موجود ہے۔ اس ماڈل کے ذریعے اسلامی اخلاقیات محض فتاویٰ سازی کی 'ردِ عملی' (Reactive) سطح سے نکل کر 'پالیسی سازی' اور 'ٹیکنالوجی گورننس' کے فعال دائرے میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اس کا ایک بڑا ثمر یہ ہے کہ مسلم محققین اب جدید سائنسی ترقی کو غیر تنقیدی طور پر قبول کرنے یا اسے یکسر مسترد کرنے کے بجائے ایک 'تخلیقی تنقید' کے ذریعے اپنا تہذیبی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ عالمی سطح پر یہ تحقیق اسلام کو محض ایک مذہبی عقیدے کے بجائے ایک سنجیدہ اور معتبر 'عالمی اخلاقی متبادل' کے طور پر پیش کرتی ہے۔ یہ ماڈل ثابت کرتا ہے کہ اسلامی علمیات میں وہ لچک اور وسعت موجود ہے جو مختلف تہذیبی تناظر میں 'اخلاقی ہمہ گیریت' (Cultural Inclusivity) اور 'مابعد الطبیعیاتی ثبات' کو یکجا کر کے ایک نیا عالمی اخلاقی پیراڈائم تشکیل دے سکے۔

نتیجہ (Conclusion)

مقالے کی مجموعی بحث یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ عصرِ حاضر کے سائنسی و فکری بحرانوں کا جڑ سے مقابلہ کرنے کے لیے "تخلیقی علمیاتی وساطت" ایک جامع، مربوط اور اطلاقی ماڈل فراہم کرتی ہے۔ یہ تحقیق اس مفروضے کی توثیق کرتی ہے کہ علم کی ساخت میں جب تک وحی کو بطورِ مطلق اخلاقی معیار، انسانی عقل کو بطورِ تخلیقی وساطت اور جدید سائنس کو بطورِ معاون قرینہ تسلیم نہیں کیا جائے گا، تب تک سائنسی ترقی انسانی وقار کے لیے خطرہ بنی رہے گی۔ یہ ماڈل نہ صرف علم اور اخلاق کے مابین مصنوعی ثنویت (False Dichotomy) کا خاتمہ کرتا ہے بلکہ ایک ایسا 'اطلاقی فلٹر' فراہم کرتا ہے جو سائنسی تجربات کو انسانیت دشمن بننے سے روکتا ہے۔ یہ مطالعہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہا ہے کہ اسلام محض جدید سائنس کا مکالماتی حلیف نہیں بلکہ ایک ایسی اصلاحی قوت ہے جو سائنسی ارتقاء کو مابعد الطبیعیاتی بنیادیں فراہم کر کے اسے انسانیت کی فلاح کا حقیقی ذریعہ بنا سکتی ہے۔

سفارشات (Recommendations)

اس تحقیق کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

اول، اعلیٰ تعلیمی اداروں اور تحقیقی مراکز کے نصاب میں "تخلیقی علمیاتی وساطت" کے اصولوں کو شامل کیا جائے تاکہ مستقبل کے محققین سائنسی تحقیق کو اخلاقی افق کے اندر انجام دینے کی تربیت حاصل کر سکیں۔

دوم، حکومتی سطح پر مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل پرائیویسی اور جنیاتی انجینئرنگ جیسے حساس شعبہ جات کے لیے ایسی 'شرعی کمپلائنٹ' (Shariah-compliant) اخلاقی گائیڈ لائنز تیار کی جائیں جو پالیسی سازی کا حصہ بن سکیں۔

سوم، بین الاقوامی علمی فورمز پر اسلامی علمیاتی ماڈلز کو سیکولر اخلاقی فریم ورکس کے مقابل ایک سنجیدہ متبادل کے طور پر پیش کرنے کے لیے مستقل علمی مکالمہ شروع کیا جائے۔

چہارم، اس ماڈل کی افادیت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے اسے اقتصادیات، ماحولیات اور خلائی علوم جیسے دیگر ارتقاء پذیر میدانوں پر منطبق کر کے تقابلی مطالعات کیے جائیں۔

پنجم، سائنسی ترقی کی تیز رفتاری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس ماڈل کے عملی طریقہ کار کی مستقل بنیادوں پر 'پیریڈک ریویو' (Periodic Review) کی جائے تاکہ بدلتے ہوئے تکنیکی قرائن کے مطابق اخلاقی فلٹرز کو اپ ڈیٹ رکھا جا سکے۔

یہ مقالہ اس حتمی نوٹ پر ختم ہوتا ہے کہ علم، اخلاقیات اور سائنس کی وحدت محض ایک فکری خواب نہیں بلکہ ایک عملی ضرورت ہے، جسے ایک منظم علمیاتی وساطت کے ذریعے حقیقت میں بدلا جا سکتا ہے تاکہ انسانیت کا مستقبل محفوظ اور باوقار رہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue **No:** 01 (2026)

حواشی وحوالہ جات(Bibliography)

1 میکس ویبر، فرام میکس ویبر: ایسے ان سوشیالوجی (آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1946ء)، 120-125۔

Max Weber, *From Max Weber: Essays in Sociology* (Oxford: Oxford University Press, 1946), 120-125.

2 یورگن ہابرماس، **ٹورڈاے ریشنل سوسائٹی: اسٹوڈنٹ پروٹیسٹ، سائنس اینڈ پولیٹکس**، مترجم: جیریمی جے شپیرو (کیمبرج: پولیٹی پریس، 1987)، 1:85۔

Jürgen Habermas, *Toward a Rational Society: Student Protest, Science, and Politics*, Trans. Jeremy J. Shapiro (Cambridge: Polity Press, 1987), 1:85.

3 میکس ویبر، **سائنس ایزاے ووکیشن** (انڈیاناپولس: ہیکیٹ پبلشنگ کمپنی، 2004)، 1:12۔

Max Weber, *Science as a Vocation* (Indianapolis: Hackett Publishing Company, 2004), 1:12.

4 لوسیانو فلوریڈی، **دی فورتھ ریولوشن: ہاؤدی انفواسفیئر ازری شیپنگ ہیومن ریئیلٹی** (آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2014)، 1:102۔

Luciano Floridi, *The Fourth Revolution: How the Infosphere is Reshaping Human Reality* (Oxford: Oxford University Press, 2014), 1:102.

5 اسماعیل راجی الفاروقی، **اسلامائزیشن آف نالج: جنرل پرنسپلز اینڈورک پلان** (ہرنڈن: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ، 1982)، 1:35۔

Isma'il Raji Al-Faruqi, *Islamization of Knowledge: General Principles and Work Plan* (Herndon, VA: International Institute of Islamic Thought, 1982), 1:35.

6 طہ عبد الرحمن، **روح الحداثۃ: المدخل الی تاسیس الحداثۃ الاسلامیہ** (کاسابلانکا: المرکز الثقافی العربی، 2006)، 1:215۔

Taha Abdurrahman, *Rūḥ al-Ḥadātha: al-Madkhal ilā Ta'sīs al-Ḥadātha al-Islāmiyya* (Casablanca: al-Markaz al-Thaqāfī al-Arabī, 2006), 1:215.

7 محمد علی البار اور حسن شمسی پاشا، **کنٹیمپرری بائیو ایتھکس: اسلامک پرسپیکٹیو** (نیویارک: اسپرنگر، 2015)، 1:47۔

Mohammed Ali Al-Bar and Hassan Chamsi-Pasha, *Contemporary Bioethics: Islamic Perspective* (New York: Springer, 2015), 1:47.

8 ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفہ)، 1:55۔

Al-Ghazali, *The Revival of Religious Sciences (Ihya Ulum al-Din)* (Beirut: Dar al-Ma'rifah), 1:55.

9 ضیاء الدین سردار، ریڈنگ دی قرآن ان دی ٹوینٹی فرسٹ سنچری (لندن: روٹلیج، 2015ء)، 45۔

Ziauddin Sardar, *Reading the Qur'an in the Twenty-First Century: A Contextualist Approach* (London: Routledge, 2015), 45.

10 البرٹ جونسن اور اسٹیفن ٹولمن، دی ابیوز آف کیسوسٹری: اے ہسٹری آف مورل ریزننگ (کیلیفورنیا: یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس، 1988ء)، 34۔

Albert Jonsen & Stephen Toulmin, *The Abuse of Casuistry: A History of Moral Reasoning* (California: University of California Press, 1988), 34.

11 حنان شمسی پاشا اور محمد علی البر، اسلامک بایو ایتھکس: پرنسپلز اینڈ اپلی کیشن (ایویسینا جرنل آف میڈیسن، 2017ء)، جلد 7، شمارہ 4، 135۔

Hanan Chamsi-Pasha & Mohammed Albar, "Islamic Bioethics: Principles and Application," *Avicenna Journal of Medicine* 7, no. 4 (2017): 135.

12 ٹام بیوچیمپ اور جیمز چلڈریس، پرنسپلز آف بایومیڈیکل ایتھکس (آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2013ء)، 7واں ایڈیشن، 25-30۔

Tom Beauchamp & James Childress, *Principles of Biomedical Ethics* (Oxford: Oxford University Press, 2013), 7th ed., 25-30.

13 لوسیانو فلوریڈی اور جے ڈبلیو سینڈرز، آن دی مورلیٹی آف آرٹیفیشل ایجنٹس (مائنڈز اینڈ مشینز، 2004ء)، جلد 14، شمارہ 3، 349-379۔

Luciano Floridi & J.W. Sanders, "On the Morality of Artificial Agents," *Minds and Machines* 14, no. 3 (2004): 349–379.